يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ (النساء۔ ۱۱) (خدا تمھاری اولاد کے متعلق تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصّہ دو لڑکیوں کے برابر ہے) میں خطاب اُمّت کی طرف ہے اور خلفائے ثلاثہؓ کے علاوہ اہلِ بیت پاک علیہم الرضوان نے بھی باغِ فدک کے غیر مورث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا اور سارے عالم پر واضح ہوگیا کہ جناب سیّدۃ النساءؓ بھی بوجہ بضعۃ الرسول ﷺ ہونے کے عبدیّتِ محضہ کی وارث ہیں اور اپنے والدِ ماجد علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرح اُن کی عالی اور پاک شان بھی ملکیّت کے دھبّہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزّہ اور پاک ہے۔

Watch

تصفیہ ما بین سنی و شیعہ

اِس موضوع پر ایک اَور دلیل جو فریقِ مخالف کی طرف سے دی جاتی ہے وُہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بموجب آیۃِ تطہیر اہل بیت علیہم الرضوان کو پاک گردانا ہے۔ لہٰذا سیدۃ النساءؓ رضی اللہ عنہا فدک کا دعویٰ کرتے ہُوئے کسی ناجائز امر کی مرتکب نہیں ہو سکتیں۔ اِس دلیل کا تفصیلی جواب آگے چل کر آیتِ تطہیر کی فصل میں دیا جائے گا۔ یہاں اِتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آیتِ تطہیر کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ یہ پاک گروہ معصوم ہیں اَور اُن سے کسی قِسم کی بھی خطا کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بمقتضائے بشریت اُن سے کوئی خطا سرزد بھی ہو تو وُہ عفو و تطہیرِ الٰہی میں داخل ہوگی۔ سیدۃ النساءؓ رضی اللہ عنہا کی تحریک اَور سلسلہ جُنبانی نے ہم کو سمجھا دیا کہ آیتہ

۲۔ دُوسرا قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر اِذہاب الرّجس اَور تطہیر سے مُراد محض فضل و موہبت کی رُو سے گُناہوں سے پاک کرنا ہے۔ بغیر اِس کے کہ کسی عمل کا عِوض یا صِلہ ہو، تو یہ معنیٰ اُس صُورت میں کہ" اہلِ بَیت" سے مُراد اُمّہات المؤمنینؓ ہی ہوں جیسا کہ ابنِ عبّاسؓ اَور عکرمہؒ کا قول ہے، نظمِ قُرآنی سے نہیں سمجھا جاتا۔ البتّہ اگر اِن الفاظ کو دررنگِ تبلیغِ اوامر و نواہی دیکھا جائے تو اِن کے معانی زیادہ صحیح ہو جائیں گے۔ یعنی اَے اہلِ بَیت اللہ تعالیٰ تم سے ناپسندیدہ اُمُور کے دُور کرنے کا اَور تمھیں پاک و صاف کرنے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ جس کی صُورت یہ ہے کہ اگر تم نے اوامر و نواہیٔ شرعیہ کے مُطابق عمل کیا تو اُس کا نتیجہ اَور اجر تمھارے لیے یہ ہو گا کہ تم کو اللہ تعالیٰ پاک و مصفّٰی کر دے گا۔ آیتِ تطہیر کا یہ مطلب نہیں کہ یہ پاک گروہ معصُوم ہیں اَور صدُورِ خطا اُن سے ناممکن ہے۔

یہ ساری تحقیق اِس طرف اِشارہ کرتی ہے کہ آیۂ تطہیر کا مُورد خواہ اُمّہات المؤمنین ہوں، یا مع آلِ کساء، یا صرف آلِ کساء علیہمُ السّلام، تطہیر اَور اذہابِ الرجس بصُورتِ تنزیلِ احکام و ہدایاتِ شرعیہ نہیں (جو سب اہلِ ایمان کو شامل ہے) بلکہ یہ معنی عفو و مغفرت در آخرت ہے۔ خطا کا صدُور بہرکیف مطہّرین سے ممکن ہے۔ البتّہ حشر اُن کا آخرت میں مغفرتِ کاملہ کی صُورت میں ہوگا۔ اِس بیان سے یہ خیال بھی نہ کیا جائے کہ آیتِ تطہیر کا مطلب پابندیٔ اوامر و نواہیٔ شرعیہ سے اباحت و آزادی ہے۔ بلکہ یہ فضل و عنایتِ خاصِ ایزدی کی بشارت ہے جو بحسب اَفَلَآ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا پابندیٔ احکام کے منافی نہیں۔

دلیل ہفتم وھو اخصر و اظھر اقول و باللہ التوفیق (جو نہایت مختصر اور بہت ہی واضح ہے، میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت) امکانِ کذب اس کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التغیر دکذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلا مدلول

حاشية الكلنبوي

على

شرح الجلال الدواني على العقائد العضدية

تصنيف

الشيخ زاده أبي الفتح إسماعيل بن مصطفى الكلنبوي

المتوفى سنة ١٢٠٥هـ

دراسة وتحقيق

الشيخ أحمد فريد المزيدي

الجزء الأول

دار الكتب العلمية
Dar Al-Kotob Al-ilmiyah
DKI
أسسها محمد علي بيضون سنة 1971 بيروت - لبنان
Est. by Mohammad Ali Baydoun 1971 Beirut - Lebanon
Fondée par Mohamad Ali Baydoun 1971 Beyrouth - Liban

Tawheed TV

الضرورة فيها إلا إذا حضر الوقت، وتعين أحد الحانيين من الوجود والعدم؛ فالإمكان الوقوعي إنما يستلزم وقوع الطرف الممكن بالفعل بالقياس إلى الزمان الماضي أو الحال لا الاستقبال أو على الغفول عن أن المراد هاهنا أنه قابل للعدم الطارئ في استقبال بالنسبة

شمس الہدایہ

فی اثبات

حیات المسیح علیہ السلام

بھی ایک رُکن اِیمان کا بلکہ سارا اِیمان زائِل ہوتا ہے۔ اَور احادیثِ نزُول اَور خرُوج کو مکاشفۂ اجمالی پر دا بر رنگ دیکھنے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے وبا کو بصُورتِ عورت جو گِرد اگرد مدینہ طیّبہ (زادہا اللہ شرفًا) کے پھر رہی تھی خیال نہ کرنا مکاشفۂ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے۔ اَور
تعبیر میں اگرچہ وقُوعِ خطا ممکن ہے مگر بقاء علی الخطاء نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے۔ بنائً علیٰ ہذا بالفرض اگر احادیثِ نزُول اَور خرُوج مکاشفۂ اجمالی
کے قبیل سے بھی ہوں تو ساری عُمر آپ کا باقی رہنا خطاء فی التعبیر پر (العیاذ باللہ) آپ کی عِصمت میں حارج ہوگا۔

رہا یہ امر کہ حضرت ابُوبکرؓ نے سیّدۃُ النّساءؓ کے مطالبہ کرنے پر کیوں یہ حق اُنھیں نہ دیا۔ سو اِس میں غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اگر حضرت ابُوبکرؓ کو حسبِ درخواست سیّدۃُ النّساءؓ اُنھیں اِس مال کا دے دینا جائز اَور مباح بھی ہوتا تو بھی اُس کے نہ دینے پر جائے شکایت نہ تھی۔ کیونکہ سیّدۃُ النّساءؓ نے آنحضرتؐ سے ایک دفعہ ایک خادمہ کی درخواست کی۔ مگر آپؐ نے یہ درخواست منظور نہ فرمائی اَور بجائے اِس کے کہ خادمہ عطا فرمائیں آپؐ نے تسبیحیں تعلیم فرمائیں۔ کما فی صحیح البخاری و مُسلم بروایت سیّدنا علیؓ۔ ایسا ہی اگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا خلیفہ بھی تعمیلِ درخواست نہ کرے تو محلِّ شکایت نہ ہوگا چہ جائیکہ جب اس مال کا دے دینا شرعاً ناجائز ہو۔ بلکہ مؤخّر صُورت میں تو بجائے محلِّ شکایت ہونے کے یہ قابلِ ستائش ہوگا کیونکہ اُس نے اللہ اَور اُس کے رسُولؐ کے حکم کی پابندی کی ہے۔

نے بھی باغِ فدک کے غیر مُورث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا اور سارے عالم پر واضح ہو گیا کہ جناب سیدۃ النساءؑ بھی بوجہ بضعۃ الرسولؐ ہونے کے عبدیّتِ محضہ کی وارث ہیں اور اپنے والدِ ماجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح اُن کی عالی اور پاک شان بھی ملکیّت کے دھبّہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزّہ اور پاک ہے۔

نے بھی باغِ فدک کے غیر مورث ہونے کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا اور سارے عالم پر واضح ہوگیا کہ جناب سیدۃ النساءؑ بھی بوجہ بضعۃ الرسولؐ ہونے کے عبدیّتِ محضہ کی وارث ہیں اور اپنے والدِ ماجد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح اُن کی عالی اور پاک شان بھی مِلکیّت کے دھبّہ اور خدائی فیصلہ پر ناراضگی کے نقص سے منزّہ اور پاک ہے۔

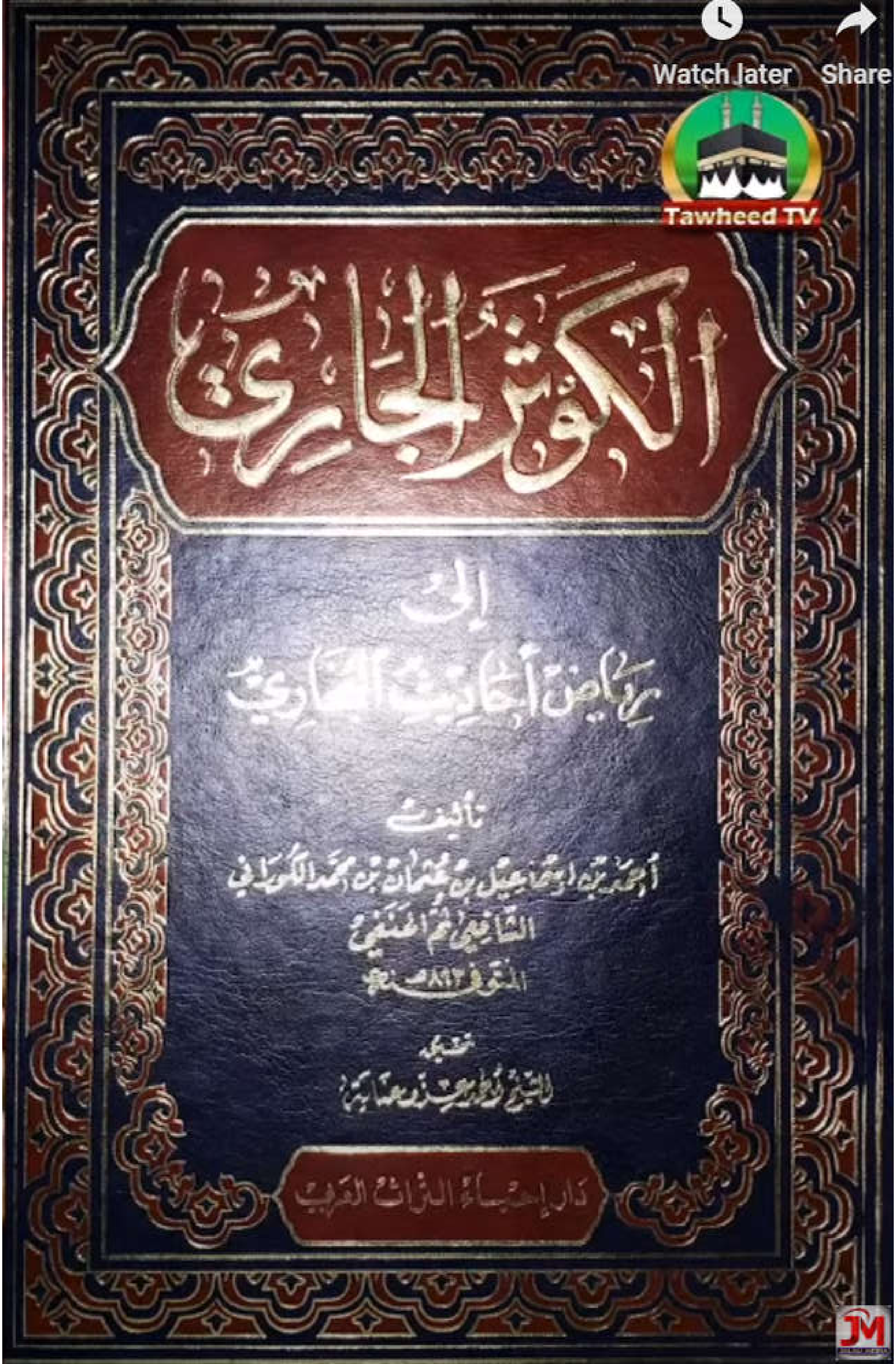
Watch later
Share
Tawheed TV
الكوثر الجاري
إلى
رياض أحاديث البخاري
تأليف
أحمد بن إسماعيل بن عثمان بن محمد الكوراني
الشافعي ثم الحنفي
المتوفى ٨٩٣ هـ
تحقيق
الشيخ أحمد عزو عناية
دار إحياء التراث العربي

فإن قلت: قد قال رسول الله ﷺ: «فاطمة بضعة مني يريبني ما رابها»[٢] وفي رواية: «من آذاها فقد آذاني»[٣]؟ **قلت**: لم يكن فعل أبي بكر معها إيذاء شرعاً، فإنه دلَّها على الصواب، ولو أجابها إلى سؤالها كان معصية من وجهين:

الأول: مخالفة أمر رسول الله ﷺ وإبطال صدقته.

الثاني: أنه كان ما يعطي لفاطمة مالاً حراماً بلا خلاف.

بحر العلوم

المسمى

بفواتح الرحموت على

مسلم الثبوت

للعلامة عبد العلي بن نظام الدين الأنصاري

المتوفى ١٢٢٥ھ

مكتبة امام ابو حنيفة

كانسي روڈ كوئٹہ

[illegible]

Tawheed TV

... فيما يخبرون بالوحي ...
يستقرون عليه، وأهل البيت كسائر المجتهدين، يجوز عليهم الخطأ في اجتهادهم وهم يصيبون ويخطئون وكذا يجوز عليهم الزلة، وهي وقوعهم في أمر غير مناسب لمرتبتهم من غير تعمد،

كما وقع من سيدة النساء رضي الله تعالى عنها من هجرانها خليفة رسول الله صلى الله عليه وآله وأصحابه وسلم حين منعها فدك من جهة الميراث ولا ذنب فيه، ثم أهل البيت الذين اختلف

أحد بفساد اجتهاد من قال بخلافه، وهذا يفيد علماً ضرورياً بأن كل واحد من الأئمة بل المقلدين إياهم أيضاً من الصحابة ومن بعدهم كانوا عالمين بعدم العصمة عن الخطأ الاجتهادي ويفيد أيضاً علماً ضرورياً بأن أهل البيت أيضاً كانوا عالمين بعدم عصمة أنفسهم من هذا الخطأ الاجتهادي ألم تر كيف رد ابن مسعود قول أمير المؤمنين علي في عدة الحامل المتوفى عنها زوجها وقال نزلت سورة النساء القصرى ﴿وَأُوْلَٰتُ ٱلۡأَحۡمَالِ﴾ [الطلاق: ٤] بعد قوله تعالى: ﴿وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ﴾ [البقرة: ٢٣٤] إلى آخر الآية، وكيف رد عبيدة قوله في بيع أمهات الأولاد وكيف

رد شريح قوله بقبول شهادة الابن إلى غير ذلك من الوقائع التي لا تحصى. ولم ينكر أمير المؤمنين علي عليهم، فقد بان لك أن الإجماع القطعي الداخل فيه أهل البيت حاكم بأن لا عصمة في أهل البيت بمعنى عدم جواز الخطأ الاجتهادي منهم فاحفظه، ولنا أيضاً قوله تعالى:

(وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ) والثانى أنْ يُرِيدَ مَا يَحْسُنُ فِعْلُهُ ولكِنْ يَقَعُ منه خِلَافُ مَا يُرِيدُ فَيُقَالُ أَخْطَأَ إِخْطَاءً فهو مُخْطِئٌ، وهذا قد أصابَ فى الإِرَادَةِ وَأَخْطَأَ فى الفِعْلِ وهذا المعنَى بقولهِ عليه السلامُ: «رُفِعَ عَنْ أُمَّتِى الْخَطَأُ والنسْيَانُ» وبقولهِ «مَن اجْتَهَدَ فأَخْطَأَ فلَهُ أَجْرٌ» (وَمَنْ

سَبَبَانِ: سَببٌ مَحْظُورٌ فِعْلُهُ كَشُرْبِ المُسْكِرِ وَمَا يتَوَلَّدُ عنه مِنَ الخَطإِ غَيْرُ مُتجَافٍ عنه، وسببٌ غيْرُ محْظُورٍ كَرَمْىِ الصَّيْدِ، قال تعالى: (وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ)، وقال تعالى: (وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا) فالخَطِيئَةُ ههنا هى التى

الثاني : أن يريد ما يحسن فعله، لكن يقع عنه بخلاف ما يريد، وهذا اصاب في الإرادة وأخطأ في الفعل، وهو المعني بحديث : " رُفع عن أمتي الخطأ "[1]. وبخبر : " من اجتهد فأخطأ فله أجر "[2].